

عصر حاضر میں مذہبی رواداری کے قیام کی صورتیں:  
ابراہیمی مذاہب کے تناظر میں تجزیاتی مطالعہ

**Ways of Establishing Religious Pluralism in Contemporary Age:  
An Analytical Study of Abrahamic Religions**

فداء الرحمن\* ڈاکٹر حشمت بیگم\*\* ڈاکٹر عمرانہ شہزادی\*\*\*

ISSN (P) 2664-0031 (E) 2664-0023

Received: February 12, 2021

DOI: <https://doi.org/10.37605/fahmiislam.v4i1.218>

Accepted: February 22, 2021

Published: June 30, 2021

**Abstract**

Human being is endowed with intellect. The standard and domain of intellectual exposure are different and diverse. Consequently, it gives birth to diversity in opinions and perspective that eventually results in mutual disagreement. A deep assessment of the human life indicates the fact that diversity exist in almost all aspects of human life. The diversity of opinions, perspectives and narratives can be found with reference to culture and civilization, economy, entrepreneurship, modern scientific disciplines, politics and religion. The diversity is an indication of the evolution in human intellect. When the diversity is misunderstood as a negative connotation then it turns into conflict that results into incalculable and disastrous impacts on society. Pluralism plays a pivotal role in the evolution of diverse human society and multicultural civilization and a pluralistic society can tread the phases of socio-cultural development more conveniently and productively. If a society becomes an arena of religious intolerance, hatred and biasness then the fate of society becomes uncertain and bleak. It is need of the day to create awareness and pursue research studies regarding pluralism while keeping in view the golden traditions of Abrahamic religions. The present paper is an attempt to explore the fundamental principles that deal with religious tolerance and pluralism in Abrahamic religions. This paper will help to create awareness about the need and importance of tolerance and pluralism and will suggest recommendations for implementation of those principles both at state and society levels so that the culture of tolerance, pluralism, mutual understanding and human dignity are promoted in wider interest of a unified and peaceful society.

**Keywords:** Abrahamic Religions, Tolerance, diversity, Pluralism.

\* چیئر پرسن، ڈیپارٹمنٹ آف ایجوکیشن اینڈ سوشل سائنسز، یونیورسٹی کالج آف ٹوب، BUITEMS، بلوچستان، پاکستان۔

Fida.ucz.buitems@gmail.com

\*\* اسٹنٹ پروفیسر، ڈیپارٹمنٹ آف اسلامیات، شہید بینظیر بھٹو ویمن یونیورسٹی پشاور۔

\*\*\* اسٹنٹ پروفیسر، عربی ڈیپارٹمنٹ گورنمنٹ ویمن یونیورسٹی فیصل آباد۔

## مقدمہ

بنی نوع انسان مدنی الطبع ہونے کے وجہ سے معاشرے میں بسنے والے دیگر انسانوں سے قطع تعلق نہیں رہ سکتا، نہ ہی تنہا ثقافتی اور تمدنی زندگی کو ارتقاء سے ہمکنار کر سکتا ہے۔ انسان کی معاشرت پسندی نہ صرف اس کی فطری خواہش ہے بلکہ ذاتی مجبوری بھی ہے، یہی وجہ ہے کہ طبعی تقاضوں کی تکمیل کے لیے ایک جانب اگر وہ اپنے جیسے دیگر انسانوں کا قرب چاہتا ہے تو دوسری جانب ذاتی مجبوریوں کے سبب بنی نوع انسان کا محتاج رہتا ہے۔ گویا اجتماعیت ان کے لیے لازمی امر ہے۔ تاہم اس روئے زمین پر بسنے والی اشرف المخلوقات یعنی حضرت انسان بحیثیت مجموعی مختلف مذاہب کے پیروکار ہیں جو مختلف افکار و نظریات (تصوّرات) اور کچھ منفرد طرز پر سوچنے سمجھنے کی صلاحیتوں کے حامل ہیں۔ اور انہی صلاحیتوں کی بدولت ہر کام کو اس کے مناسب طرز اور سلیقے سے سرانجام دینے کی کوشش کرتے ہیں۔ اس طرز معاملت سے ارشادِ خداوندی ہے کہ:

﴿قُلْ كُلٌّ يَّعْبُدُ عَلَىٰ شَأْنِ كَلْبِهِ ۖ فَوَيْلٌ لَّكَ أَعْلَمُ بِمَنۢ هُوَ أَهْدَىٰ سَبِيلًا﴾<sup>1</sup>

"کہہ دیجیے (اے پیغمبر) ہر دو انسان اپنے طور طریقہ کے مطابق عمل کرتا ہے، پس

تمہارا پروردگار ہی بہتر جانتا ہے کون سب سے ٹھیک راہ پر ہے۔"

جہاں ایک طرف افکار و تصوّرات کا یہ تضاد بنی نوع انسان کو ایک دوسرے سے ممتاز کرتا ہے تو دوسری جانب یہ متنوع افکار جب حد سے تجاوز کرتے ہیں تو مذاہب، اقوام اور افراد کے مابین اختلافات اور تضادات کی صورت میں سامنے آکر فکری، مذہبی، اعتقادی اور عملی انتشار کا سبب بنتے ہیں۔ دنیا کے کسی بھی مذہب کے ماننے والوں کا اگر تجربہ لیا جائے تو واضح ہوتا ہے کہ ہر مذہب کا پیروکار اپنے عقائد و تصوّرات اور رسوم سے جذباتی وابستگی رکھتے ہوئے اس کو دوسرے مذاہب سے اعلیٰ اور برحق سمجھتا ہے۔ اور اپنے علاوہ دیگر تمام عقائد و نظریات اور مذاہب سے بغض، نفرت و عداوت رکھتا ہے۔ جس سے متعلق علی عباس جلال پوری اپنی تصنیف میں رقمطراز ہیں کہ:

"لوگ مذہبی عقیدے کی بنیاد پر اپنے ہم مذہب افراد کو اپنا سمجھتے ہیں اور غیر مذہب والوں

کو بُرا بھلا کہتے ہیں۔ دوسرے لفظوں میں نیک وہ ہے جو میرا مذہب رکھتا ہے اس طرح

اخلاقی قدروں کو مذہبی عقیدہ سے منسلک کر کے ان کے دائرہ عمل کو تنگ کر دیا گیا۔"<sup>2</sup>

اسی طرح ڈاکٹر مبارک علی اپنی رائے کا اظہار ان الفاظ میں کرتے ہیں کہ:

"تاریخ میں مذہبی جنونیت اور اپنے عقیدے کی سچائی پر مکمل ایمان تقریباً ہر معاشرے

میں رہا ہے۔ اور اسی وجہ سے مومن اور کافر، موحد اور مشرک کے مابین تقسیم کو جائز

قرار دیا جاتا ہے۔ ایک دفعہ جب کسی کو اپنے عقیدے کی سچائی پر ایمان ہو جاتا ہے۔ تو اس صورت میں وہ دوسرے لوگوں کو گمراہ اور فاسق سمجھتا ہے۔ اور انہیں نفاقتی اور سماجی طور پر اپنے دائرے سے نکال کر دور کر دیتا ہے۔<sup>3</sup>

بنا بریں مذہبی اختلافات کی دو ممکنہ صورتیں ہوتی ہیں۔ پہلی صورت اختلاف بین المذاہب یعنی دنیا میں موجود مختلف ادیان و مذاہب کا آپس میں اختلافات و تضاد جو کہ عدم برداشت، عدم رواداری اور تخریبی کاروائیوں کے سبب متنازعہ صورت اختیار کر لیتی ہے۔ جس سے سماجی زندگی میں بگاڑ پیدا ہوتا ہے۔ جبکہ دوسری صورت کسی ایک ہی مذہب کے پیروکار کسی فروعی اختلاف رائے کے سبب دوسرے لوگوں کے ساتھ جنگ و جدل کی راہ اختیار کر لیتے ہیں اس قسم کا اختلاف "اختلاف فی المسالک" کہلاتا ہے جو معاشرتی زندگی کو متاثر کرتا ہے۔

اختلاف رائے و نظر انسانی فطرت کا ایک داخلی عنصر ہے جس کو انسانی فطرت سے نہیں نکالا جاسکتا۔ ہی دنیا سے فکری، عملی اور نظری اختلافات کو مکمل طور پر ختم کیا جاسکتا ہے۔ قرآن مجید میں ارشاد خداوندی ہے کہ:

﴿وَلَوْ شَاءَ رَبُّكَ لَجَعَلَ النَّاسَ أُمَّةً وَاحِدَةً وَلَا يَزَالُؤُنْ مُخْتَلِفِينَ ۝ إِلَّا مَن ذَرَعْنَا لَكَ فَخْلَهُمْ﴾<sup>4</sup>

"اور اگر تیرا رب چاہتا تو یقیناً سب لوگوں کو ایک ہی امت بنا دیتا اور وہ ہمیشہ مختلف رہیں گے۔ مگر جس پر تیرا رب رحم کرے اور اس نے انہیں اسی لیے پیدا کیا۔"

لہذا قرآن مجید نے واضح کر دیا کہ انسانی معاشرہ کی اساس و بنیاد اختلاف رائے اور مختلف عقائد و نظریات پر استوار ہے جس سے فرار ممکن نہیں نہ ہی اس کا مکمل خاتمہ ممکن ہے اس لیے اس کو برداشت کر کے استدلال کی راہ ہموار کرنے کی کوشش کرنی چاہیے۔<sup>5</sup> تبارخ کے اوراق پر گہری نگاہ ڈالی جائے تو ایسی بہت سی مثالیں سامنے آتی ہے کہ ہمارے اسلاف اختلاف رائے کے باوجود بھی ایک دوسرے سے مروّت اور رواداری کا سلوک روا رکھتے تھے اور ان اختلافات سے کبھی آپس کے تعلقات اور اخلاق متاثر نہیں ہوتے تھے۔ اختلاف رائے میں بذات خود کوئی خرابی نہیں اور نہ کسی ایک رائے پر عمل پیرا ہونے میں بلکہ ساری خرابی دوسروں سے متعلق بدگمانی اور بدزبانی سے پیش آتی ہیں۔ جو علم و دیانت کی کمی اور اغراض و اہوا (نفسانی خواہشات، گمراہیاں، ضلالت) کی زیادتی کا نتیجہ ہوتا ہے۔ اور جب کسی قوم یا جماعت (عالمی اور قومی سطح پر) میں یہ صورت پیدا ہو جاتی ہے تو ان کے لیے یہ اختلاف رحمت بھی اختلاف عذاب کی صورت میں منتقل ہو جاتا ہے اور نتیجتاً ایک دوسرے کے خلاف جنگ و جدل اور بعض اوقات قتل و قاتل تک میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔<sup>6</sup>

تاہم اس فکری اور عملی انتشار و اختلاف کو ختم کرنے اور مذاہب و اقوام اور انسانی گروہوں کو ایک دوسرے کے قریب لانے میں باہم رواداری و ہم آہنگی (تقارب اور تفاہم) اپنا موثر کردار ادا کرتی ہے۔ "رواداری" تحمل و برداشت کی ایک ایسی صورت ہے جو کسی ناپسندیدہ چیز کی موجودگی میں ظاہر کی جائے۔<sup>7</sup> یا دوسرے معنوں میں رواداری عدم تعصب اور خوش اخلاقی سے پیش آنے کا نام ہے۔<sup>8</sup> مذہبی رواداری یہ ہیں کہ جن لوگوں کے عقائد و افکار ہمارے نزدیک درست نہیں ہیں ان کو ہم برداشت کریں نیز ان کے جذبات اور احساسات کا لحاظ کرتے ہوئے ان پر ایسی نکتہ چینی سے گریز کریں جس سے ان کو رنج و تکلیف پہنچے۔<sup>9</sup> یعنی وسعت نظری سے دیگر مذاہب کے ماننے والوں کے ساتھ معاملات کی انجام دہی ہو۔ انسائیکلو پیڈیا آف بریٹانیکا Encyclopedia of Britannica میں رواداری کی وضاحت ان الفاظ میں کی گئی ہے:

"Intellectual and practical acknowledgement of the right of others to live in accordance with religious beliefs that are not accepted as one's own."<sup>10</sup>

ابراہیمی مذاہب (یہودیت، عیسائیت اور دین اسلام) سے متعلقہ سابقہ لٹریچر کی ورق گردانی کی جائے اور ان کے مابین باہمی اختلافات کے اسباب کا جائزہ لیا جائے تو یہ بات کھل کر سامنے آتی ہے کہ ان میں معاشرتی و سماجی بد امنی دراصل مذہبی اختلافات اور ربانی نظام کی حکم عدولی سے ہی رونما ہوتے آئے ہیں۔ یہود اور عیسائی عموماً ایک دوسرے کے خلاف مذہبی اختلافات میں حد سے تجاوز کر کے معاشرے میں بد امنی اور فکری و عملی انتشار کا سبب بنتے۔ جس سے انسانی سماج بڑی طرح متاثر ہوتا رہا۔ ان کے اس روش سے متعلق ابوالحسن ندوی رحمہ اللہ رقمطراز ہیں کہ:

"چھٹی صدی عیسوی کے آخر میں یہودیوں اور عیسائیوں کی باہم رقابت و منافرت اس حد تک پہنچ گئی کہ ان میں سے کوئی دوسرے فریق کو ذلیل کرنے اور اس سے اپنی قوم کا انتقام لینے اور پھر مفتوح کے ساتھ غیر انسانی سلوک کرنے میں کوئی کسر نہیں چھوڑتے۔ ۶۱۰ء میں یہودیوں نے انطاکیہ میں عیسائیوں کے خلاف بلوہ کیا، شہنشاہ Phocas نے ان کی سرکوبی کے لیے فوجی افسر Bonus کو بھیجا اس نے پوری یہودی آبادی کا اس طرح خاتمہ کیا کہ ہزاروں کو تلوار سے سینکڑوں کو دریا میں غرق کر کے آگ میں جلا کر اور درندوں کے سامنے ڈال کر ہلاک کر دیا۔"<sup>11</sup>

یہود و نصاریٰ کے مابین اختلافات کا تذکرہ قرآن مجید میں بھی ہوا ہے:



ملک و قوم اور مختلف مذاہب کے مابین پر امن بقاء باہمی Peaceful Mutual Co-existence کا عملی سماں پیدا کرنا ممکن نہیں ہو گا۔ لہذا واضح ہو کہ رواداری وہم آہنگی پر مبنی مثبت رویہ ہی وہ راستہ ہے جس سے دنیا میں امن و امان اور سلامتی و خوشحالی کو بحال کیا جاسکتا ہے۔

زیر بحث موضوع کی اسی اہمیت کے پیش نظر ابراہیمی مذاہب کے تناظر میں مذہبی رواداری وہم آہنگی کا تاریخ الہامی مذاہب خصوصاً ابراہیمی مذاہب کی تعلیمات کی روشنی میں جائزہ لینے کی کوشش کی گئی ہے۔ چونکہ اس مقالہ کا انداز بیانی ہے اس لیے اس میں ہم تینوں ابراہیمی مذاہب میں مذہبی رواداری سے متعلق تعلیمات کا تقابلی جائزہ لیں گے اور اس موضوع پر کی گئی تحقیقات کا خلاصہ پیش کریں گے۔ اس کے بعد ابراہیمی مذاہب میں اس موضوع پر دی گئی تعلیمات کو بیان کر کے اس پر سیر حاصل گفتگو کریں گے۔

### موضوع سے متعلق گزشتہ تحقیقات کا جائزہ

قومی اور عالمی سطح پر قیام امن اور انسداد فساد کے ضمن میں ہر دور اور ہر عہد میں مذہبی رواداری وہم آہنگی کو نہایت اہمیت حاصل رہی ہے۔ اور اسی اہمیت کی بناء پر تینوں مذاہب کے اساسی کتب کے علاوہ اہل علم حضرات نے موضوع تحقیق پر کام کیا۔ تاکہ ہر مذہب اور ملک و قوم کے افراد میں میں مذہبی رواداری وہم آہنگی کے جذبے کو فروغ دیا جاسکے۔ اس ضمن میں عارف اللہ کا پی ایچ ڈی مقالہ اسلام اور دیگر ابراہیمی مذاہب کی اساسی نصوص کے تناظر میں انسداد فساد اور اقامت امن کا تقابلی مطالعہ ایک اہم ترین کاوش ہے۔ غضنفر عمران اور ڈاکٹر محمد فخر الدین کا مذہبی رواداری اور پاکستانی اہل علم کی کاوشیں۔ ایک تصنیفی جائزہ نہایت اس سلسلہ کی ایک اہم کڑی ہے۔ اسی طرح کچھ اہل علم حضرات نے بین المذاہب ہم آہنگی و رواداری کی راہ میں حائل رکاوٹوں کا جائزہ پیش کیا۔ اس کے علاوہ انگریزی زبان میں بے شمار مقالے جیسے Islam: Religious

Understanding the Concept of اور Pluralism, and Modern Interpretations

Religious Pluralism with examples ضبط تحریر کیے گئے۔

ان تمام تر کاوشوں کا مقصد کہ ان بنیادی اسباب و وجوہات کی جانب رہنمائی کرنا، بقائے انسانیت اور قیام امن کی راہ میں حائل مسائل کا تدارک تھا۔ تاکہ قومی اور عالمی فساد، دہشت گردی اور دیگر پیچیدہ مسائل پر قابو پا کر بنی آدم امن و خوشحالی اور باہم رواداری اور ہم آہنگی کے اصولوں کو فروغ دیں۔ مقالہ ہذا میں سامی ادیان کے تناظر میں مذہبی رواداری وہم آہنگی کو نصوص اور قرون اولیٰ سے مذہبی رواداری کو واضح کرنے کی سعی کی گئی ہے کہ اگر

قرون اولیٰ میں معاشرے، ملک و اقوام پر امن تھے تو وجہ یہی تھی کہ ان میں ان دوسرے عقائد اور ایک دوسرے کو برداشت کرنے کا حوصلہ موجود تھا۔ جبکہ عصر حاضر کے تناظر میں دیکھا جائے تو سب سے اہم مسئلہ عدم رواداری کا یہی سامنے آتا ہے کہ آج کل نہ تو ایک دوسرے کے عقائد و نظریات برداشت کیے جاتے ہیں نہ ہی ایک دوسرے کے مذاہب۔ اس کے ساتھ ساتھ کچھ متعصب حضرات مطالعہ مذاہب عالم کو عین قرار دیتے ہیں۔

ابراہیمی مذاہب میں مذہبی رواداری کا جائزہ Analysis of the three Abrahamic Religions

### یہودی مذہب میں رواداری کی تعلیمات کا جائزہ

یہودی تاریخ کا جائزہ لیں تو دیگر مذاہب کے مقابلہ میں ان کی تاریخ عدم رواداری، تعصب، تشدد اور معاشرتی انتشار پر مبنی رویوں سے بھری پڑی ہے۔ نسلی اور مذہبی برتری و امتیاز اور اپنی اجارہ داری کے لیے دیگر مذاہب عالم سے جنگ و جدل اور تشدد کو جائز قرار دیتے ہیں۔ ان کے ایک متعصب فرقہ جو "گلیش ایمونم" کے نام سے معروف ہے ان کے نظریات کو ڈاکٹر مبارک علی اپنی تصنیف میں یوں بیان کرتے ہیں کہ:

"ان کی دلیل کے مطابق توریت میں یہ ساری زمین مقدس ہے اس لیے اس پر صرف یہودیوں کا حق ہے۔ دنیا کی تمام حکومتیں اسرائیل سمیت اگر اس کو تسلیم نہ کریں تو ہم اس کی مخالفت سے باز نہیں آئیں گے۔ اور اپنے تمام اسلحہ کو ان کے خلاف استعمال کر کے اپنے حق کو منوائیں گے۔ ہمارے لیے اسلحہ جب دفاع اور حق کے لیے استعمال ہو تو اس کی حیثیت پاک اور مقدس ہو جاتی ہے اور یہ مذہبی ارکان کی طرح ہو جاتا ہے۔ رانفل اور نینک کی حیثیت عبادت کی چادر کی طرح ہو جاتی ہے ہمارے لیے فوجی اتنے ہی اہم ہیں جتنے توریت کے علماء ربی جو لوگوں کے نوآبادیوں میں آباد ہیں ان کی حیثیت اولیاء کی طرح ہے۔ ہمارے نزدیک فلسطین کی سر زمین پر قبضہ کرنا اور یہاں آباد ہونا ایک فریضہ ہے۔" <sup>13</sup>

بیرون دنیا اور مذاہب عالم کے ساتھ ان کا یہ معاندانہ رویہ، مذہبی تعصب پر مبنی ذہنیت، نسلی تقاخر، گروہی مفادات اور ان کے خلاف جنگ و جدل کا نظریہ نہ صرف عالمی معاشرے میں بلکہ خود اسرائیل کے اندرونی معاشرے میں بھی عدم رواداری اور فرقہ وارانہ انتشار کو فروغ باعث بنا ہوا ہے۔ ڈاکٹر مبارک علی لکھتے ہیں کہ:

"اس وقت اسرائیل میں یہودی معاشرہ کئی متضاد مذہبی فرقوں میں منقسم ہے تاہم سب اس پر متفق ہیں کہ فوجی قوت اور مذہبی جذبہ کو استعمال کر کے اہل فلسطین کو اپنے تسلط میں رکھا جائے۔ مذہبی فرق کی وجہ سے اسرائیلی معاشرہ مذہبی تعصب غیر رواداری اور تنگ نظری میں جکڑا گیا ہے۔" <sup>14</sup>

ان کے کچھ رویوں کی تعلیمات و اقوال اس کے برعکس مذہبی رواداری، اتحاد اور دیگر مذاہب کے ماننے والوں سے نرمی اور محبت کا درس دیتی ہے جیسے ربی میسر کے مطابق:

"یہودیت کا مقصد نوع انسان کو علیحدہ کرنا نہیں بلکہ متحد کرنا ہے۔ ہر آدمی انکساری میں چلنے نہ سرف اپنے مذہب کے ساتھ بلکہ ہر انسان کے ساتھ۔" <sup>15</sup>

لیکن افسوس کہ یہودیوں کی مقدس کتاب تالمود میں مذکور یہ مقاصد اور اس کے علاوہ متعدد اقوال جو کہ اخلاقیات، وسعت نظری، ہمدردی، ہلا رنگ و نسل دیگر مذاہب کے ماننے والوں سے محبت اور سچائی کا درس دیتی ہے فقط کتابی باتوں سے زیادہ اہمیت نہیں رکھتی۔ تاریخی حقائق یہودیوں کے عملی طور پر انسانی معاشرے میں مذہبی عناد اور عدم رواداری کی واضح نشاندہی کرتی ہے۔ لہذا ضرورت اس امر کی ہے کہ معاشرے کے امن و امان کی بحالی اور باہم ہم آہنگی کے فروغ کے لیے توریث اور تالمود کی ان تعلیمات کو سمجھنا اور اختیار کرنا اور عمل میں لانا چاہیے جو بنی نوع انسان کا احترام، محبت و ہمدردی، رواداری اور خدمت خلق کے جذبے کا پرچار کرتی ہے۔

### عیسائی مذہب میں رواداری کی تعلیمات کا جائزہ

تاہم اگر تاریخی حوالے سے عیسائیت کا جائزہ لیں تو ان کی تاریخ میں بھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تعلیمات سے روگردانی، مذہبی تعصبات اور معاشرے میں انتشار و افتراق کی واضح مثالیں موجود ہیں۔ انہوں نے بھی دیگر مذاہب کے ساتھ ساتھ آپس میں بھی نفرت، تعصب اور تنگ نظری کے ایسے مظاہرے کیے کہ انسانیت کی روح لرز جاتی ہے۔ دراصل اس تعصب، تنگ نظری، معاشرتی انتشار اور عدم رواداری کے پیچھے حکومت یعنی سیاسی اقتدار اور اقتصادی مفادات کا فرما تھی۔

اس سے قطع نظر اگر مذہبی رواداری کو عیسائی کتب مقدسہ کے تناظر میں دیکھا جائے تو وہ رواداری، اختلاف فکر و نظر کے احترام، انسانوں سے محبت اور ہر مذہبی فرقہ کو تبلیغ کا حق دیتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ایک بنیادی وعظ جو تاریخ میں "پہاڑی وعظ" کے نام سے مشہور ہے اس میں اعلیٰ اخلاق اور



رواداری پر مبنی تعلیمات سرفہرست ہیں۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پیغام امن و محبت کو بڑے خوبصورت پیرائے میں مظہر الدین صدیقی میں کچھ ان الفاظ کے ساتھ تحریر کرتے ہیں کہ:

"عیسیٰ علیہ السلام کا پیغام محبت تھا اور آپ کی تعلیم کامرکزی نقطہ یہ تھا کہ محبت اچھے کردار کی صرف ایک صفت نہیں بلکہ کردار کی بنیاد اور اس کا محرک اعلیٰ ہے اگر انسان کے دل میں دوسروں کے ساتھ محبت کا جذبہ نہ ہو تو اس کی ساری مذہبیت بے کار ہے آپ جہاں کہیں جاتے ہیں آپ کی حبّ انسانیت مذہبی اور معاشرتی پابندیوں کو ٹکرا کر توڑ دیتی۔"<sup>16</sup>

عماد الحسن آزاد فاروقی اپنی تصنیف میں رقمطراز ہیں کہ:

"حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تعلیمات میں بندوں کے درمیان برادرانہ تعلق پر زور دیا گیا اس ضمن میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے جن خوبیوں کو خصوصی اہمیت دی ہے ان میں مساوات، عفو درگزر، عیب جوئی سے پرہیز، عجز و انکساری اور اپنے دشمنوں اور برا چاہنے والوں کے ساتھ نیکی کا سلوک سرفہرست ہیں۔"<sup>17</sup>

مذہبی منافرت، حسد، تفرقہ بازی، جھگڑے، انتشار اور پھوٹ ڈالنے والوں سے متعلق کراہت و نفرت کا اظہار بائبل کی تعلیمات کا اہم ترین حصہ ہے معاشرے کے اندر محبت، نخل و برداشت اور امداد باہمی اور امن و سلامتی کے حصول کے لیے حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے عدم تشدد کو انتہائی ضروری قرار دیا ہے جس کی ایک صورت یہ بتائی کہ اپنے دشمنوں کے ساتھ بھلائی سے پیش آؤ، آپس میں محبت رکھو اور ضرورت پڑھنے پر ایک دوسرے کی مدد کرو۔ بین المذاہب ہم آہنگی، محبت انسانیت اور رواداری کا درس اس طرح دیتے ہیں:

"مگر تم اپنے دشمنوں سے محبت رکھو اور بھلا کرو اور بغیر ناامید ہوئے قرض دو تمہارا اجر بڑا ہوگا۔"<sup>18</sup> آؤ ان باتوں کی جستجو میں رہیں جو امن اور باہمی ترقی کا سبب بنتی رہیں۔"<sup>19</sup>

دورِ جدید میں بین المذاہب آہنگی و رواداری کی اہمیت و ضرورت کے پیش نظر عیسائی مفکر ڈاکٹر توکون بوج آدی (سابق مسلمان) عیسائیت کی تبلیغ و اشاعت کو موثر و کارگر بنانے کے لیے دیگر مذاہب اور خصوصاً مسلمانوں کے ساتھ مذہبی رواداری کے فروع کو ضروری قرار دیتے ہوئے دس نکاتی اصول بھی تحریر کیے۔ عیسائی اسکالر ذکیہ طارق بھی بین المذاہب رواداری کو اہمیت دیتے ہیں۔ اپنی تصنیف "مذاہب کہتے ہیں" لکھتے ہیں کہ:

"تمام مذاہب کی بنیادی سچائیاں ایک ہیں۔ اخلاقی تعلیمات ایک ہیں اور اس حوالے سے تمام مذاہب کے درمیان مکالمہ اور اشتراک عمل کے لیے عملی اقدامات کی اشد ضرورت ہے۔ نیز اس کے ساتھ مذاہب کے پیروکار ایک دوسرے کی تعلیمات اور اخلاقیات کو سمجھیں تاکہ ان کے اندر بنیادی اخلاقی تعلیمات جو کہ سارے انسانوں کے لیے مفید ہیں اس کی مدد سے رواداری اور برداشت کی فضاء پیدا ہو۔" <sup>20</sup>

بئیںکین مجلس دوم بھی اپنی تعلیمات میں دیگر مذاہب و اقوام اور انسانی معاشروں کے مابین رواداری، مفاہمت، خیر سگالی اور غم خواری کے جذبات کو فروغ دینے اور ان سے تعلقات بہتر بنانے سے متعلق اپنی دستاویز میں لکھتے ہیں کہ:

"دیگر مذاہب کی روحانی و اخلاقی، ثقافتی اور معاشرتی اقدار کو قبول کرنے اور ان کو عمل میں لانا چاہیے۔ بین المذاہب مکالمہ و مفاہمت عالمگیر ضرورت ہے جسے بہت شدت سے محسوس کیا گیا اور اس کے لیے بہت سے اقدامات کیے گئے اور جارہے ہیں جو نہ صرف مقامی اور عالمی سطح پر اچھے اثرات کے حامل ہوں گے۔ اسی ضرورت کے پیش نظر پاپائی خط میں بے شمار فکر انگیز سوالات و امکانات کی نشاندہی اور پرسنجیدگی سے غور و خوض کی جانب اشارہ کیا گیا۔ جو یقیناً مذاہب عالم میں سماجی اور ثقافتی اعتبار سے امن کے قیام اور مقصد کے لیے مفید تھے۔" <sup>21</sup>

### دین اسلام میں رواداری و ہم آہنگی پر مبنی تعلیمات کا جائزہ

دین اسلام رواداری، اعتدال اور عدم تشدد کا حامل دنیا کا اول مذہب ہے جس نے نہ صرف یہود و نصاریٰ کے ساتھ بلکہ مجوس اور مشرکین کے ساتھ بھی رواداری کا سلوک روا رکھا۔ اسلام شروع سے ہی مذہبی، علاقائی اور نسلی امتیازات کو بالائے طاق رکھتے ہوئے احترام انسانیت، فلاح عامہ اور انسانی ترقی کو فروغ دینے پر زور دیتا رہا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اسلامی تاریخ کے ہر دور میں مسلمانوں کا غیر مسلموں سے انفرادی اور اجتماعی سطح پر رواداری، وسعت نظری اور انسان دوستی کے بے شمار مثالیں ملتی ہیں۔ نبی کریم ﷺ کی زندگی کا جائزہ لیں تو مترشح ہوتا ہے کہ آپ ﷺ معاشرے میں بلا امتیاز بنی نوع انسان کی خدمت میں مصروف عمل رہے۔ ڈاکٹر حافظ محمد ثانی ان الفاظ میں وضاحت کرتے ہیں کہ:

"نبی کریم ﷺ کی پوری حیات مقدسہ اور سیرت طیبہ عفو و درگزر، رحمت اور مثالی مذہبی رواداری سے عبارت ہے۔ انسانیت کے محسن اعظم، ہادی عالم، رحمت مجسم حضرت محمد ﷺ نے غیر مسلم اقوام اور اقلیتوں کے لیے مراعات، آزادی اور مذہبی رواداری پر مبنی ہدایات اور عملی اقدامات تاریخ انسانی کے اس تاریک دور میں روا فرمائے کہ جب لوگ مذہبی آزادی اور مذہبی رواداری سے نا آشنا تھے۔ اور مذہبی آزادی اور رواداری کے مفہوم و تصور سے انسانی ذہن خالی تھا۔" <sup>22</sup>

سیرت ابن ہشام میں مذکور ہیں کہ:

"امن و سلامتی اور سیاسی مفادات کے حصول کے خاطر نبی کریم ﷺ نے مدینہ منورہ میں اسلامی ریاست کی بنیاد رکھ کر غیر اقوام و ملل سے معاہدات کیے۔ اس سے نبی کریم ﷺ کا مقصود یہ تھا کہ ساری انسانیت امن و سلامتی کی سعادتوں اور برکتوں سے بہرہ ور ہو جائے اور خاص کر تینوں یہودی قبائل (بنو قینقاع، بنو قریظہ اور بنو نضیر) کے ساتھ ایک معاہدہ امن طے کیا جس میں انہیں دین و مذہب اور جان و مال کی مطلق آزادی دی گئی۔" <sup>23</sup>

بیثاق مدینہ، حلف الفضول، صلح حدیبیہ، خطبہ فتح مکہ اور دیگر معاہدات مذہبی رواداری، فراخ دلی اور وسعت نظری کی عمدہ مثالیں ہیں۔ ان معاہدات کے توسط نبی کریم ﷺ نے انسانی معاشرے میں بقائے باہمی تعاون، قیام امن اور انسانی اقدار کے تحفظ کو مضبوط بنیادوں پر استوار فرمایا۔ ان معاہدات سے نبی کریم ﷺ نے مسلمانوں اور غیر مسلموں کو اجتماعیت کے ایک سانچے میں ڈال دیا اور جملہ شہریوں کے فرائض و حقوق اور آپس میں تعلقات کی نشاندہی فرمائی۔

اسی طرح ٹی ڈبلیو آر نلڈ The Preaching of Islam میں کھلے دل سے مسلمانوں کی رواداری کا

اعتراف کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

"مسلمانوں نے غیر مذہب والوں (غیر مسلموں) کو ہر جگہ مذہبی آزادی دی ہے۔ کوئی مذہب دین اسلام کی طرح روادار اور صلح کل نہیں ملے گا جس نے دوسروں کو اس

طرح مذہبی آزادی دی ہو۔ رواداری مسلمانوں کی طبیعت کا ایک محکم خاصہ اور مکمل

مذہبی آزادی ان کے مذہب کا دستور العمل رہا ہے۔<sup>24</sup>

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کی زندگی کا مشاہدہ کریں تو انہوں نے سیرت نبوی ﷺ کی رہنمائی میں معاشرے کے دیگر مذاہب کے افراد کے ساتھ انصاف پسندانہ، رحم و محبت، انسان دوستی اور وسعت نظری کا معاملہ روار کھا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا اسلامی تاریخ میں جو عادلانہ اور رواداری پر مبنی رویہ غیر مسلموں سے رہا ہے وہ شاید ہی کسی اور مذہب کے پیروکاروں میں موجود ہو۔ انہوں نے اپنے انفرادی و اجتماعی معاملات، لین دین اور حتیٰ کے سیاسی و معاشرتی تعلقات میں بھی غیر مسلموں کے ساتھ رواداری، انسان دوستی کے اعلیٰ اخلاقیات کے اصولوں پر عمل پیرا رہے۔ ان کے مذہبی جذبات، احساسات، مذہبی شخصیات اور عبادت گاہوں کا احترام کرتے۔ انہوں نے ہر دور اور ہر حیثیت (بحیثیت انسان، شہری، حکمران، سپہ سالار، جج، تاجریا گورنر) میں اسلامی تعلیمات کی روشنی میں مذہبی رواداری اور باہم ہم آہنگی کی روح کو زندہ رکھا اور غیر مسلموں کے حقوق کی پاسداری کے درخشاں مثالیں قائم کیں۔<sup>25</sup>

خليفة اول حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے بھی سیرت رسول ﷺ کی روشنی میں غیر مسلموں کے ساتھ مذہبی معاملات کے ضمن میں رواداری کو قائم رکھا۔ اور باقاعدہ معاہدات کے تحت حقوق

کا تحفظ دیا گیا۔ اہل حیرہ سے ایک معاہدہ طے پایا جس کے الفاظ کتاب الخراج میں اس طرح نقل ہوئے ہیں:

لَا يَهْدِمُ لَهُمْ بَيْعَةً وَلَا كَنْبِسَةً وَلَا قَصْرًا مِنْ قُصُورِ بَيْتِ النَّبِيِّ كَانُوا  
يَتَحَصَّنُونَ إِذَا نَزَلَ بِهِمْ عَدُوٌّ لَهُمْ وَلَا يُمْنَعُونَ مِنْ ضَرْبِ  
النَّوَافِسِ وَلَا مِنْ إِخْرَاجِ الصُّلْبَانِ فِي عَيْدِهِمْ<sup>26</sup>

"ان کے چرچ اور عبادت گاہوں کو منہدم نہیں کیا جائے گا، اور نہ کوئی ایسی عمارت گرائی جائے گی جس میں وہ ضرورت کے وقت دشمنوں کے حملہ میں قلعہ بند ہوتے ہیں، ناقوس اور گھنٹیاں بجانے کی ممانعت نہیں ہوگی، اور نہ تہواروں کے موقعوں پر صلیب نکالنے سے روکے جائیں گے۔"

اسی طرح خلیفہ دوم حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اپنی وفات کے موقع پر ذمیوں کے حقوق

سے متعلق یوں وصیت فرمائی:

"میں اپنے بعد آنے والے خلیفہ کو وصیت کرتا ہوں، نبی کریم ﷺ کے ذمہ کی کہ  
ذمیوں کے حقوق کا احترام رہے ان کی حمایت میں جنگ کرنا پڑے تو دریغ نہ کیا جائے  
ان کی بساط سے زیادہ ان پر بار نہ ڈالا جائے۔"<sup>27</sup>

مسلم سپین نے دنیا کے ان تینوں بڑے مذاہب (یہودیت، عیسائیت اور اسلام) کے مابین ایک  
شاندہر ہم آہنگی کو جنم دیا۔ مسلم سپین کو یہودیت کی تاریخ میں ان کے حوالے سے Glorious Period کے  
طور پر جانا جاتا ہے جہاں پر یہودیوں کو مسلمانوں کے ساتھ تقریباً سات سو سال تک ہر انداز میں پھلنے پھولنے  
کے مواقع فراہم کیے گئے۔ یہی وہ دور تھا جس میں تاریخ ساز لوگوں جیسے ابن میمون (قرطبہ کا ایک یہودی  
تھا) نے جنم لیا جو آج بھی سرچیکل کی دنیا میں اس شعبے کا بانی سمجھا جاتا ہے۔<sup>28</sup>  
سید محمد احمد مسلم دور خلافت کے انتظامی اور رفاہی کاموں کے حوالے سے بالخصوص رواداری پر مبنی  
برتاؤ کے بارے میں لکھتے ہیں کہ:

"Jewish intellectuals seeking a historical precedent for a more  
tolerant attitude towards Jews hit upon a time and place that  
met this criterion medieval Muslim Spain there they believed  
Jews had achieved a remarkable level of toleration, political  
achievement a cultural integration."<sup>29</sup>

"یہودی دانشور جب رواداری پر مبنی رویے کی تاریخی مثال ڈھونڈنے کی کوشش کرتے  
ہیں تو وہ زمان و مکاں کے لحاظ سے عہد وسطیٰ کے مسلم اسپین کی نظیر پیش کرتے ہیں ان  
کے خیال میں اندلس میں انہوں نے قابل ذکر رواداری، سیاسی حیثیت اور ثقافتی تعامل  
کے شاندار مواقع حاصل کیے۔"

ہندوستان میں مسلمانوں کی تاریخ کو دیکھا جائے تو یہاں اس کثیر المذاہب اور کثیر الاقوام خٹلے میں  
قطب الدین ایبک سے لے کر بہادر شاہ ظفر کے دور حکومت تک تمام مسلمان حکمرانوں نے عدل و انصاف اور  
رواداری کو اپنی سلطنت کا اصل و اصول بنائے رکھا۔ اور اپنے ادوار میں ایک دوسرے سے بڑھ کر معاشرے میں قیام  
امن کی خاطر احترام انسانیت، خدمت خلق اور باہم ہم آہنگی و رواداری کی فضا قائم رکھا۔ سلطنت کے اہم عہدوں  
اور سیاسی اداروں تک میں باقاعدہ طور پر غیر مسلموں کو شریک کیا۔ ان کے حقوق کا ہر طرح سے خیال رکھا گیا تاکہ  
انہیں اعتماد کی وہ قوت فراہم کی جائے جس کی بدولت معاشرے سے تعصب و تنگ نظری کا خاتمہ کیا جاسکے۔

مذکورہ بالا بحث سے یہ حقیقت اظہر من الشمس ہوتی ہے کہ مختلف مذاہب و اقوام اور ممالک ایک دوسرے سے بے نیاز ہو کر نہیں رہ سکتے۔ قومی اور عالمی سطح پر روئے زمین پر اصول پر امن بقائے باہمی Peaceful Mutual Co- existence کے ذرائع اور مواقع تلاش کر کے مذاہب و اقوام کے مذہبی، سیاسی، معاشی اور معاشرتی لحاظ سے امن، سلامتی اور خوشحالی قائم کی جائے۔ ہر فرد کو چاہے وہ جس مذہب یا قوم سے بھی تعلق رکھتا ہو ان کو مذہبی، سیاسی، معاشی اور معاشرتی آزادی اور خود مختاری دی جائے۔ نیز مذاہب (سامی اور غیر سامی مذاہب) کے مستند لٹریچر کا فہم حاصل کر کے امن و امان کی بحالی اور باہم رواداری و ہم آہنگی سے متعلقہ تعلیمات کو ان کے اصل سامنے لایا جائے۔ عالمی سطح پر بین المذاہب مکالمہ جو رواداری، احترام انسانیت اور انسان دوستی پر مبنی ہو اس پر دیگر مذاہب کے رہنماؤں کے خیالات کا تبادلہ ہو اور ایسے تعلقات استوار کیے جائے جن سے ہم آہنگی پیدا ہو اور قومی اور عالمی سطح پر امن و امان کی جانب پیش رفت ہو سکے۔

یہاں اس کاوش کا اعتراف کرنا بھی ضروری ہے کہ دور جدید میں قومی سطح پر پاکستان میں کچھ سالوں سے مختلف مذاہب اور مختلف عقیدہ اور فکر و عمل سے تعلق رکھنے والے لوگوں کو ساتھ مل جل کر بیٹھنے اور اپنے مذہب، عقیدہ و فکر کی حدود و قیود سے بالاتر ہو کر انسانیت کے بنیادی اور وسیع معنوں کی تلاش میں کی جا رہی ہے۔ مختلف شہروں میں مختلف شعبہ ہائے زندگی سے تعلق رکھنے والوں کے مابین باہم مل جل کر بیٹھنے اور خیالات و نظریات پر گفت و شنید اور باہم رواداری و ہم آہنگی اور امن و امان کے قیام کے مواقع مل رہے ہیں۔ امت مسلمہ کے علاوہ اس ضمن میں مسیحی قومی تنظیم برائے امن و انصاف کی مقامی شاخیں ملک بھر میں بین العقائد مکالمہ کی کاوش قابل ذکر ہے۔ لہذا ضرورت اس امر کی ہے کہ اس جیسی تنظیموں، تحریکوں، رویوں اور رجحانات کو فروغ دینا اور اس سلسلے کو مزید مستحکم کرنے کی ہر ممکن سعی کرنی چاہیے۔

ابراہیمی مذاہب کے تقابلی کا حاصل مطالعہ

مجموعی طور پر ابراہیمی مذاہب کی تعلیمات کا جائزہ لیا جائے تو واضح ہوتا ہے کہ ان کی تعلیمات میں مذہبی رواداری، بنیادی انسانی حقوق اور اخلاقیات کا درس موجود ہے۔ یہ مذاہب دنیا میں بنی نوع انسان کے لیے امن و سلامتی اور محبت کا پیغام لے کر آئیں ان کے پیش نظر انسانیت کو سنوارنا اور اخلاقیات کو درست کرنا تھا۔ دیکھا جائے تو ان کی بنیادی تعلیمات انسانوں کے دلوں کو جوڑتی ہے اور معاشرے کو پر امن بنانے کی جانب راغب کرتی ہے۔ تاہم یہود اور عیسائی مذاہب میں مفاد پرست، عملی رجعت پسند، انسان دشمن سازشوں اور تنگ

نظر لوگوں نے ان تعلیمات کی حقیقی روح کو مسح کیا، حقیقی تعلیمات پر پردے ڈالے۔ اپنے مفادات اور نفسانی خواہشات کی تکمیل کے لیے آپس میں فروعی مسائل اور جنگوں کو ہوا دی۔ لہذا ضرورت اس امر کی ہے کہ ان مذاہب کی وہ تعلیمات جو بنی نوع انسان کی فلاح و کامرانی، تحمل و برداشت، ہمدردی و ایثار اور باہم رواداری و ہم آہنگی کو معاشرے میں فروغ دینے کا سبب بنتی ہے ان کو عام کرنے کی سعی کی جائے۔

بین المذاہب رواداری و ہم آہنگی اور عالمی و قومی امن و سلامتی کے لیے حقیقی اقدامات کی اشد ضرورت ہے۔ محض چند اداروں کے قیام سے یا این جی اوز NGO کو پھیلانے سے حالات بہتر نہیں کیے جاسکتے۔ امن و سلامتی اور باہم رواداری و ہم آہنگی کا تقاضا یہی ہے کہ بنی نوع انسان (بلا تفریق رنگ و نسل اور مذہب) ایک دوسرے کی خیر خواہی چاہتے ہوئے ملک و قوم میں بسنے والے غیر مسلم اقلیتی فرقوں کے ساتھ عدل و انصاف، بنیادی انسانی حقوق Fundamental Human Rights کی فراہمی، مذہبی آزادی اور درپیش مسائل کے حل کے لیے بھرپور کوشش کریں۔ تاکہ معاشرہ افراتفری، انتشار، شر، فساد اور دیگر خرابیوں سے محفوظ رہ سکے۔ ارشاد نبوی ﷺ ہے کہ:

«حَبِزُكُمْ مَنْ يُرْجَى حَبِزُهُ وَيُؤْمَنُ شَرُّهُ، وَشَرُّكُمْ مَنْ لَا يُرْجَى حَبِزُهُ وَلَا يُؤْمَنُ شَرُّهُ»<sup>30</sup>

"تم میں سے بہتر وہ ہے جس سے بھلائی کی امید کی جائے اور اس سے برائی کا خطرہ نہ ہو۔ اور تم میں سے سب سے بُرا شخص وہ ہے جس سے بھلائی کی امید نہ ہو اور برائی کا خطرہ ہر وقت لگا رہے۔"

مذکورہ حدیث سے یہ بات بخوبی مترشح ہو جاتی ہے کہ بین المذاہب، عالمی اور قومی رواداری و ہم آہنگی کی صورت سچائی، ایمانداری اور انسانی خیر خواہی کی تعلیمات میں مضمر ہے۔ اس سے نہ صرف عالمی سطح پر بلکہ قومی سطح پر بھی ہر قسم کے فساد، بگاڑ، دہشت گردی اور اس قسم کے دیگر پیچیدہ مسائل پر قابو پایا جاسکتا ہے۔ جس کے لیے ابراہیمی مذاہب کے اساسی نصوص کی رو سے حل ڈھونڈ کر انسداد فساد و بگاڑ اور اقامت امن کے لیے کوشش کی جائے۔

تجاویز و سفارشات

- ✓ مذہبی عدم رواداری سے متعلق بنیادی سبب لاعلمی ہے۔ مذاہب کے مابین ایک دوسرے کو اور خود کو اسلامی تعلیمات کے تناظر میں سمجھنے کی اشد ضرورت ہے۔
- ✓ دیگر مذاہب سے متعلق صحیح فہم وادراک کے حصول کے لیے جامعات میں مطالعہ ادیان و مذاہب کے شعبہ جات کا قیام از حد ضروری ہے جہاں پر دیگر مذاہب کے پیروکاروں کو بھی درس و تدریس کے مواقع فراہم کیے جاسکے۔
- ✓ مذاہب اور مختلف ممالک کے مابین حالات بہتر اور پر امن بنانے کے لیے دور جدید میں پیش آمدہ مسائل سے پردہ اٹھانے اور اس کے بنیادی اسباب و وجوہات کی نشاندہی کی اشد ضرورت ہے۔ اور پھر مختلف مذاہب کے پیروکاروں کا ان مسائل کے حل کے لیے مخلصانہ کردار کی ادائیگی نہایت اہم ہے کیونکہ اسی کے ذریعے سے ہی بین المذاہب ہم آہنگی اور عالمی امن و سلامتی کی صورت کو یقینی بنایا جاسکتا ہے۔
- ✓ مختلف مذاہب کے پیروکاروں کے سوچ اور رویوں کے اندر چلک اور مثبت تبدیلی لانے کے ان مذاہب کے ان تعلیمات کو ان کے اصل مفاہیم میں سامنے لانے کی کوشش کی جائے جس سے نہ صرف تقارب و تفاهم کی صورت کو ممکن بنایا جاسکے بلکہ آپس میں انس و محبت، بھائی چارے اور امن و سلامتی کی فضا بھی قائم کی جائے۔

### مصادر والمراجع

- 1 القرآن، سورۃ الاسراء: ۸۴۔
- Al Qur'an, Surah-tul-Isra:84.
- 2 جلال پوری، علی عباس، کائنات اور انسان، لاہور تخلیقات، ۲۰۰۰ء، ص ۱۵۴، ۱۵۵۔
- Jalal Pori, Ali abbas, Kainat or Insan, Lahore Takhliqaat, 2000, P# 154, 155.
- 3 مبارک علی (ڈاکٹر)، تاریخ کیا کہتی ہے، فکشن ہاؤس، لاہور، ۱۹۹۸ء، ص ۹۰۔
- Mubarak Ali (Dr.), Tarikh Kiya kehti hai, Fiction House, Lahore, 1998, P#90.
- 4 القرآن، سورۃ الہود: ۱۱۹، ۱۱۸۔
- Al Qur'an, Surah-tul-Hood: 118, 119.
- 5 نعمانی، شبلی (مولانا)، علم الکلام، اعظم گڑھ، مطبع معارف، ۱۳۴۱ھ، ص ۲۳۲۔
- Numani, Shibli (Maulana), Ilmul Kalam, Aazm Ghar, Matba Ma'rif, 1342 Hijri, P#232.
- 6 محمد شفیع (مفتی)، تفسیر معارف القرآن، ادارہ معارف، کراچی، مارچ ۲۰۰۵ء، ج ۳، ص ۳۶۶۔
- Muhammad Shafi (Mufti), Tafseer marif -ul-Qur'an, Idara marif, Karachi, March 2005, Vol 3, P#366.
- 7 فیروز الدین (الطاج، مولوی)، فیروز اللغات، فیروز سنز لمیٹڈ، لاہور، ص ۳۲۔
- Ferozuddin (Alhaaj, Molvi), Feroz-ul-Lugaat, Feroz sons Limited, Lahore, P#327.



- <sup>8</sup> خواجہ، عبدالجمید، جامع اللغات، اردو سائنس بورڈ ۱۹۹۹ پر سال، لاہور، ۱۹۸۹ء، ج ۲، ص ۱۱۳۸۔  
Khuwaja, Abdulmajeed, Jamiul Lugaat, Urdu science board 299 upprmal, Lahore, 1989, Vol 2, P# 1138.
- <sup>9</sup> مودودی، ابوالاعلیٰ (سید)، تفہیم القرآن، ادارہ ترجمان القرآن، لاہور، ۲۰۰۳-۲۰۰۵ء، ص ۱۱۶ تا ۱۱۷۔  
Mododi, Abul ala (Syed), Tafheemul Qur'an, Idara tarjuman ul Qur'an, Lahore, 2004-2005, P# 1-116.
- <sup>10</sup> Johannes P, Becchio Bruno, Encyclopedia of world Religions, Concord publishing foreign media books, 2006, Section 31.
- <sup>11</sup> ندوی، ابوالحسن علی، انسانی دنیا پر مسلمانوں کے عروج و زوال کا اثر، مجلس نشریات اسلام، کراچی، ۱۹۷۹ء، ص ۷۷۔  
Nadvi, Abulhasan Ali, Insani Duniya Par Musalmano ky Urooj o Zawaal ka Asar, Majlis Nashriyat Islam, Karachi, 1979, P# 47.
- <sup>12</sup> القرآن، سورۃ البقرہ: ۱۱۳۔  
Al Qur'an, Surah-tul-Baqara: 113.
- <sup>13</sup> مبارک علی (ڈاکٹر)، تاریخ اور مذہبی تحریکیں، فکشن ہاؤس، لاہور، ۱۹۹۸ء، ص ۹۲۔  
Mubarak Ali (Dr.), Tarikh or Mazhabi Tehrekain, Fiction House, Lahore, 1998, P# 92.
- <sup>14</sup> بحوالہ بالا۔  
Ibid.
- <sup>15</sup> ایچ۔ پولانو، تالمود، مترجم: سٹیفن بشیر، مکتبہ عناویم، گجرانوالہ، پاکستان، ۲۰۰۳ء، ص ۱۴۱۔  
H-Polanco, Talmud, Mutarajjim: Stefon Bashir, Maktaba anaveem, Gujranwala, Pakistan, 2003, P# 141.
- <sup>16</sup> صدیقی، مظہر الدین، اسلام اور مذاہب عالم، ادارہ ثقافت اسلامیہ، لاہور، ۱۹۵۶ء، ص ۱۳۱۔  
Siddiqi, Mazhar ud deen, Islam or Mazahib e Aalam, Idara saqafat e Islamia, Lahore, 1956, P# 131.
- <sup>17</sup> فاروقی، عماد الحسن، دنیا کے بڑے مذاہب، مکتبہ تعمیر انسانیت، لاہور، ۱۹۹۰ء، ص ۲۹۳۔  
Farooqi, Imaad ul Hasan, Duniya k bary Mazahib, Maktaba Tameer e Insaniat, Lahore, 1990, P# 293.
- <sup>18</sup> کتاب مقدس، انجیل لوقا، ۶/۳۵۔  
Kiataab e Muqaddas, Injeel Loqa, 6/35.
- <sup>19</sup> بحوالہ بالا، رومیوں ۱۴/۲۰۔  
Ibid, Romeo, 14/20.
- <sup>20</sup> ذکیہ طارق، مذاہب کہتے ہیں، مکتبہ عناویم، گجرانوالہ، ۲۰۰۳ء، ص ۹۲۔  
Zakia Tariq, Mazahib Kehty Hai, Maktaba anaveem, Gujranwala, 2003, P# 92.
- <sup>21</sup> بحوالہ بالا۔  
Ibid.
- <sup>22</sup> محمد ثانی (حافظ، ڈاکٹر)، رسول اکرم ﷺ اور رواداری، فضلی سنز، لاہور، ۱۹۸۸ء، ص ۵۰۔

Muhammad Sani(Hafiz, Dr.), Rasool Akram ﷺ or Rawadari, Fazli sons, Lahore, 1988,P# 50.

23 ابن هشام، عبد الملك بن هشام بن أيوب الحميري(م: 213هـ)، السيرة النبوية لابن هشام، تحقيق: مصطفى السقا وإبراهيم الأبياري، شركة مكتبة ومطبعة مصطفى البابي الحلبي وأولاده بمصر، ط/٢، ١٣٧٥هـ - ١٩٥٥ ع، ج١، ص٥٥٤ تا ٥٦١هـ. / حميدالله (ڈاڪٽر)، عهد نبوي ﷺ میں نظام حکمرانی، آر.آر پرنٹرز، لاہور، ٢٠١٦ ع، ص٧٦۔

Ibn Hashaam, Abdul Malik bin Hashaam bin Ayub Alhumairi(213 Hijri), Al-seera tul Nabvia Le Ibn Hashaam, Tehqeeq : Mustafa Alsqa wa Ibrahim Al-abyari, Sharika Maktaba wa Matba Mustafa Albabi Alhibli wa aulaada, bemisar, Edition 2, 1375 Hijri-1955,Vol 1,P#554 to 561./ Hamidullah (Dr.), Ahd Nabavi ﷺ main Nizam e Hukumrani, R-R Printers, Lahore, 2016,P# 76.

24 آرٹلڈ، ٹی ڈبلیو، دعوت اسلام، مفید عام پریس آگرہ، انڈیا، ١٨٩٨ء، ص٣٣٩، ٣٣٨۔

Arnild, T.W, Dawat e Islam, Mufeed Press Agrah, India, 1898,P # 448,449.

25 محمد ثنائی (حافظ، ڈاکٹر)، رسول اکرم ﷺ اور رواداری، ص٥٠۔

Muhammad Sani(Hafiz, Dr.), Rasool Akram ﷺ or Rawadari, P# 50.

26 یوسف، الامام، کتاب الخراج، دار الاصلاح، مصر، ١٩٨١ء، ص٢٥٩۔ / ندوی، شاہ معین الدین احمد، خلفائے راشدین، ایچ ایم سعید کمپنی، کراچی، ١٩٥٣ء، ص٦٩۔

Yousuf, Al-imam, Kitab ul Khiraj, Dar ul Islah, Misar, 1981,P# 259.

27 بحوالہ بالا۔

Ibid.

28 ندوی، ریاست علی (مولانا)، تاریخ اندلس، علی فرید پرنٹر، لاہور، ٢٠٠٣ء، ج١، ص١٦١۔

Nadvi, Riyasat Ali(Moulana), Tarikh Andolas, Ali Fareed Printer, Lahore, 2003,Vol 1,P# 161.

29 Ahmad, Muhammad (Syed), History of Spain, Pakistan R.R Printers, Lahore,2010, P#574.

30 الترمذی، أبو عیسیٰ، محمد بن عیسیٰ (المتوفی: 279ھ)، تحقیق و تعلیق: احمد شاکر و محمد فؤاد عبدالباقی، شركة مكتبة ومطبعة مصطفى البابي الحلبي - مصر، ط/٢، 1395 هـ - 1975 م، رقم الحديث: 2263، ج٤، ص٥28۔

Al-Termizi, Abu Esa, Muhammad bin Esa (279 Hijri), Tehqeeq wa Taleeq: Ahmad Shakir wa Muhammad Fawad Abdul baqi, Sharika Maktaba wa matba Mustafa Albabi Alhalbi-Missr, Edition 2, 1395 Hijri-1975, Raqmul Hadees: 2263,Vol 4,P# 528.